حق کا داعی ۔ جامعہ محمدیہ کا ترجمان

صوت الحق

پندرہ روزہ

منصورہ
مالیگاؤں ، ناسک

مختار احمد ندوی
شمس پیرزادہ

پرہیزگار بندوں کے لئے

لوگو! تیزی سے بڑھو اور دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش اور اس وسیع جنت کی طرف ۔ جس کی وسعت آسمان اور زمین جیسی ہے ۔ وہ ان پرہیزگار بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں ، خوشحالی میں بھی اور تنگ حالی میں بھی اور جو آپس کے اختلاف و نزاع میں غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کی خطا معاف کر دیتے ہیں ۔ اللہ کو بہت پسند ہیں ۔ ایسے نیک طینت بندے اور (وہ بھی انھیں پرہیزگاروں میں شامل ہیں) کہ اگر اتفاق سے کوئی شرمناک بات ان سے سرزد ہو جاتی ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً انھیں اللہ یاد آجاتا ہے ۔ پھر وہ اس سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہتے ہیں ۔ اور کون ہے سوا اللہ کے جو بخشے گناہوں کو ۔ اور پھر دیدہ و دانستہ اس گنہگاری پر اصرار نہیں کرتے بلکہ باز رہتے ہیں ۔ ——— (آل عمران ، ع ۱۴)

گواہ رہو میں نے انھیں بخش دیا ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ عید الفطر کے دن جب بندے صبح کو عید کر رہے ہوتے ہیں ، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے خطاب کر کے فرماتا ہے ——— فرشتو ! اس مزدور کی مزدوری کیا ہے جس نے اپنا کام پورا کر دیا ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ۔ اس کو پورا اجر دیا جائے ۔ اللہ فرماتا ہے ۔ گواہ رہو کہ میں نے انھیں بخش دیا ۔

دعوۃ القرآن

شمس پیرزادہ

سورۃ الم نشرح

اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے

(اے پیغمبر!) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟ اور تم پر سے وہ بوجھ اتار نہیں دیا۔ جو تمہاری کمر توڑے دے رہا تھا؟ اور تمہارا ذکر بلند نہیں کیا۔

(الم نشرح۔ نوٹ ملتا رہا)

تشریح!

شرح صدر (سینہ کھول دینے) سے مراد اطمینان قلب اور عزم و حوصلہ کی وہ کیفیت ہے۔ جو ایمان اور بصیرت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ کیفیت طاقت و قوت کا سرچشمہ ہے۔ جس کے حاصل ہو جانے کے بعد راہ حق کی مشکلات کو برداشت کرنا، مخالفتوں کا سامنا کرنا، اور مزاحم قوتوں سے نمٹ لینا آسان ہو جاتا ہے۔ سورہ انعام میں ارشاد ہوا ہے۔ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام "جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے"۔ (الانعام ۔۔۔ ۱۲۵)

پس سینہ کا کھل جانا سراسر اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر کی نعمت سے سرفراز کئے جانے کا جو ذکر ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تمام ذہنی الجھنوں کو دور کر دیا۔ اور آپؐ کو وہ آہنی عزم وہ وسعت حوصلہ اور وہ نور بصیرت عطا فرمایا جو نبوت کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے درکار تھا۔

سورۃ الضحیٰ کی آخری آیت میں نعمت رسالت کے اظہار و اعلان کی جو ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے۔ وہ ایک گراں بار اور کمر توڑ ذمہ داری تھی۔ کیونکہ ایک ایسے ماحول میں جہاں لوگ جاہلیت کی زندگی گزار رہے تھے اور بت پرستی اور شرک جن کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ توحید و آخرت کی دعوت پیش کرنا۔ اور خاص طور سے یہ کہنا کہ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی آسان کام نہ تھا بلکہ سخت صبر آزما اور تحمل کا کام تھا۔ چنانچہ جوں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا آغاز فرمایا۔ ہر طرف سے مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور آپؐ کی رسالت کا نہ صرف انکار کیا بلکہ خوب مذاق اڑانے لگے۔ دعوت و تبلیغ اور اظہار حق کی یہ وہ کمر توڑ ذمہ داری تھی۔ جس کو ادا کرنے کی فکر میں آپؐ اس طرح ڈوبے رہتے کہ گویا کوہ غم آپؐ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ بعد کے مرحلہ میں یہ کیفیت نہیں رہی۔ کیونکہ شرح صدر نے زبردست تقویت کا سامان کیا۔ حوصلہ کی بلندی نے مشکل کام کو بھی آسان کر دیا۔ نیز حالات کے فراہم ہو جانے سے دل کو اطمینان اور سکون نصیب ہوا۔ اسی اطمینان اور سکون کی کیفیت کو جو بعد کے مرحلہ میں پیدا ہوئی بوجھ اتار دینے سے تعبیر کیا گیا ہے ۔۔۔۔ اور حقیقت حال کا علم اللہ ہی کو ہے۔

"اور تمہارا ذکر بلند نہیں کیا" یہ سب سے بڑا اعزاز ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں عطا کیا گیا۔ رفع ذکر کا مطلب محض شہرت نہیں ہے بلکہ اس میں بڑی معنویت ہے۔ اور بشارتوں کی ایک دنیا پوشیدہ ہے۔ اس کے چند پہلو یہ ہیں کہ آپؐ کا ذکر مبارک بلند سطح سے ہوگا۔ آپؐ کی رسالت کا چرچا عام ہوگا۔ آپؐ کا نام نہایت ادب و احترام کے ساتھ لیا جائے گا۔ آپؐ کی رسالت کی گواہی دیئے بغیر کوئی شخص بھی اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اذان میں آپؐ کے نام کی صدا برابر گونجے گی۔ کوئی نماز آپؐ کے ذکر خیر سے خالی نہیں ہوگی۔ آپؐ دنیائے انسانیت کے نجات دہندہ کہلائیں گے کوئی آپؐ کو یتیموں کا والی کہے گا۔ تو کوئی غلاموں کا مولیٰ، کہیں آپؐ کا تذکرہ معلم اخلاق اور مزکی نفوس کی حیثیت سے ہوگا۔ تو کہیں تاریخ ساز انقلابی شخصیت کی حیثیت سے، کہیں آپؐ سرور عالم کے لقب سے پکارے جائیں گے تو کہیں رحمۃ للعالمین کے لقب سے۔ مومنین آپ کو ہادی اعظم کے نام سے یاد کریں گے تو علماء و فضلاء نور مجسم کے نام سے۔ آپؐ کی سیرت دلوں پر منقش ہوگی۔ اور آپؐ کی حیات طیبہ کے ذکر سے محفلیں مہک اٹھیں گی۔ آپؐ کی شان میں نعت پڑھنا لوگوں کے لئے باعث فخر ہوگا۔

اور بلغ العلیٰ بکمالہ جیسے کلمات زبان زد عام ہوں گے۔ اہل ایمان کو آپؐ سے گہری عقیدت ہوگی اور وہ شب و روز آپؐ کی خدمت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرتے رہیں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس آیت کے نزول کے وقت تو رفع ذکر کی ایک جھلک ہی دیکھی جا سکتی تھی۔ لیکن بعد میں جب آفتاب عالمتاب کی طرح اس کی صداقت روشن ہوئی۔ تو کسی کو انکار کی مجال نہ رہی۔ الا یہ کہ کسی نے اپنی آنکھیں ہی بند کر لی ہوں۔

موقع کلام کے لحاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطمینان دلانا مقصود ہے کہ اے نبی! تمہارے مخالفین تمہیں کتنا ہی جھٹلائیں اور تمہارا کیسا ہی مذاق اڑائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو تمہاری شان بلند کی ہے۔ اور اپنے نیک بندوں میں تمہارے لئے کمال درجہ کی مقبولیت رکھ دی ہے۔ چنانچہ تمہارے ذکر سے فضا گونج رہی ہے۔ لہٰذا تم مخالفتوں کی کوئی پروا نہ کرو اور اطمینان رکھو کہ وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔

عالم برزخ

حدیث

حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کو صبح و شام اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے تو اس کو جنت کی جھلک دکھائی جاتی ہے اور اگر وہ جہنمی ہے تو جہنم کی جھلک پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن یہی تیرا ٹھکانہ ہوگا۔

(مسلم کتاب الجنۃ ۔۔۔ بخاری کتاب الجنائز)

تشریح

موت انسان کے بالکل فنا ہو جانے کا نام نہیں ہے بلکہ محض روح کے جسم سے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ جسم فنا ہو جاتا ہے روح باقی رہتی ہے۔ اور وہ عالم برزخ میں جو موجودہ دنیا اور عالم آخرت کے درمیان کا عالم ہے۔ منتقل ہو جاتی ہے۔ وہاں اسے قیامت تک رہنا ہے۔ اگر اس نے دنیا میں اپنے عمل سے اپنے آپ کو جنت کا مستحق ثابت کر دیا تھا۔ تو وہ عالم برزخ میں جنت کی جھلک دیکھتا رہتا ہے اور اگر اس نے اپنے عمل سے اپنے آپ کو جہنم کا مستحق ثابت کر دیا تھا تو وہ عالم برز[...] ہے ۔۔۔ [...] سے مراد یہ ہے کہ اسے روزانہ مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے عالم برزخ کے زمان و مکان کو ہم اپنے زمان و مکان پر قیاس نہیں کر سکتے

میت کے ساتھ کیا چیز جاتی ہے۔

حدیث

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ جن میں سے دو واپس آ جاتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والے اور مال اور اس کا عمل جاتا ہے۔ گھر والے اور مال تو واپس آ جاتا ہے۔ لیکن اس کا عمل باقی رہتا ہے۔

(بخاری کتاب السکرات، مسلم کتاب الزہد)

تشریح

مطلب یہ ہے کہ میت کے ساتھ جو چیز عالم برزخ اور عالم آخرت میں منتقل ہوتی ہے۔ وہ صرف اس کا عمل ہے۔ نہ کہ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور جب یہ حقیقت ہے تو پھر انسان کو اصل فکر اسی چیز کی کرنا چاہیے جو اس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے منتقل ہونے والی ہے۔ لیکن انسان اس حقیقت سے غافل ہو کر جس بات کی فکر کرتا ہے اور جس کے لئے اپنی زندگی کھپا دیتا ہے۔ وہ اپنی دولت میں اضافہ اور اپنے اہل و عیال کی خوشحالی ہے۔ گویا یہ چیزیں ہی اس کا مقصد حیات ہیں۔

حدیث

جو لوگ اپنا مال (اللہ کی راہ میں) رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر طور پر خرچ کرتے ہیں تو ان کا ثواب ان کے پروردگار کے پاس ملے گا۔ اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے

ہفت روزہ صوت الحق مالیگاؤں
جلد ٢ مورخہ ٢٠ جولائی ١٩٨٢ء شمارہ ١٢

حقیقی عید کس کی ہے؟

مولانا عزیز الرحمٰن قاسمی

ماہ مبارک بے پناہ رحمتوں کے ساتھ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہوا۔ اعلان ہوا کہ نفل عبادت کے بجالانے کا ثواب فرض کے برابر ملے گا۔ اور ایک فرض کی ادائیگی پر ستر فرضوں کے ثواب ملیں گے۔ خدا کی طرف سے ہر شب پکارنے والے نے پکار لگانی شروع کردی کہ کیا ہے کوئی سوالی جس کو خدا دے۔ کیا ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کی جائے۔ کیا ہے کوئی استغفار کرنے والا جس کے گناہوں کو بخش دیا جائے۔ اے بھلائی کرنے والے آگے بڑھو اور اے برائی کرنے والے پیچھے ہٹ۔ کتنے بندگان خدا ہیں جنھوں نے اس اعلان کا خیر مقدم کیا۔ پکار لگانے والے کی دعوت پر لبیک کہہ کر شب و روز کے معمولات میں ایک انقلاب برپا کردیا۔

اس اعلان و پکار سے ان کے اندر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ہمت اور حوصلہ بلند ہوتے گئے انھوں نے پورے مہینے بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کی۔ قیامت کے دن کی پیاس سے بچنے کے لئے گرمی کی شدت میں پیاس سے اپنا گلا خشک کرتے رہے۔ مگر پانی کو ہونٹوں سے نہیں لگایا۔ قیامت کے دن پیشانی کو منور کرنے کے لئے اپنے چہرے کو خشک کیا۔ پورے مہینے ریاضت و مجاہدہ کی مشق کی۔ نفس امارہ کو ناجائز خواہشوں سے روکا۔ اپنے نفس، روح و قلب کو تمام غلاظتوں سے پاک کیا۔ اپنے کردار سے اس مہینے کو ایثار مساوات ہمدردی کا مبارک مہینہ قرار دیا۔ ماہ مبارک کے روزے خلوص و پابندی سے رکھ کر پچھلے تمام گناہ معاف کرالئے۔ مہینے بھر جد و جہد کرکے دامن مراد کو بھر لیا۔ دونوں جہاں میں سرخ روئی حاصل کرلی۔

دوسری طرف ایسے بھی بدنصیب بندے رہے۔ جنھیں فرشتے کی پکار بھی خواب غفلت سے بیدار نہ کرسکی۔ خدائی اعلان کے باوجود ان کا جمود و تعطل برقرار رہا۔ فضائل و برکات کی احادیث بھی ان کے عملی زندگی میں کوئی تبدیلی بپا نہ کرسکیں۔ انھوں نے اس ماہ مبارک کو لایعنی باتوں اور غیر ضروری مشاغل میں گذار دیا۔ خدا کے نیک بندوں کی مجاہدانہ کوششیں بھی ان کے مردہ دل کو بیدار نہ کرسکیں۔ یا تو روزہ سرے سے رکھا ہی نہیں یا اگر رکھا بھی تو رسم و رواج کی حد تک۔ اس کی روح سے بے خبر رہے۔ اس کے تقاضوں سے ناواقف رہے۔ روزہ رکھتے ہوئے ان ممنوعات کو ترک نہیں کیا جو ان کے روزے کو رائیگاں کرنے والے تھے۔ ان کی زبان فحش باتوں سے بھی نہ رکی۔ غیبت بھی کرتے رہے چغلی کی عادت بھی نہ چھوٹی۔ کھیل تماشوں اور دل بہلانے والے کاموں میں روزے کی گھڑیاں کاٹتے رہے۔ گپ شپ میں مصروف رہ کر اپنے گناہوں کی معافی نہ کراسکے۔ اور جبرئیل امین کی ایسی بددعا کے مستحق ہوئے۔ جس کی تائید زبان رسالت نے بھی فرمائی۔

ماہ مبارک ختم ہوچکا ہے اور عید سعید مسرت و شادمانی کا پیغام لے کر ہمارا استقبال کررہی ہے۔ حقیقی عید انھیں کی ہے جنھوں نے ماہ مبارک میں متقی ہونے کا عملی ثبوت پیش کیا ہے۔ عید کی مسرتیں انھیں کے لئے ہیں جن کو ہم نے پہلے درجے میں رکھا ہے۔ چاہے انھیں خوشنما و شوخ ملبوسات میسر نہ ہوں۔ چاہے انواع و اقسام کے کھانوں سے ان کا دسترخوان خالی ہو۔ چاہے ان کے کپڑے خوشبوؤں سے معطر نہ ہوں۔ چاہے ان کے ایام مصائب و آلام میں گذر رہے ہوں۔ ان کے ہونٹوں پر تبسم چاہے نہ ہو۔ مگر ان کے دل بشاشت سے معمور ہیں۔ کیونکہ عید سعید یہ مژدہ جاں فزا لے کر آئی ہے کہ آج پورے ماہ کی جد و جہد کا بھرپور معاوضہ ملنے والا ہے۔ آج فرشتے خدا کے متقی بندوں کو جنت کے واجب ہونے کی بشارت دے رہے ہیں۔ جس نے کچھ کیا ہی نہیں اس کی مزدوری کیسی۔ جس نے تقویٰ کی صفت نہیں پیدا کی اسے مسرت کیسی، شادمانی کیسی، اس کو انعام کیونکر ملے گا۔

عید سعید اللہ کے نیک بندوں پر انعامات ربانی کی تقسیم کرکے اور یہ کہہ کر رخصت ہوجاتی ہے کہ مسلمانو خوش ہوجاؤ۔ اللہ نے تمہیں بخش دیا۔ خوشی کے ساتھ جاؤ اور نیکی لے کے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔

عید کی خوشیوں میں ڈوبنے سے پہلے ہم اپنے نفس کا احتساب کریں۔ مہینے بھر کی کارکردگی پر نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں کہ کیا ہم عید کی خوشیوں کے حقدار ہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہمارا کس حد تک تزکیہ نفس ہوا۔ ہماری کیسی روحانی تربیت ہوئی۔ ہمارے گناہ معاف ہوئے کہ نہیں۔ ہمارے اخلاق سدھرے کہ نہیں۔ رمضان مہینے بھر ہم برائیوں سے کنارہ کش رہے کہ نہیں۔ کیا روزوں کے ذریعہ ہماری ایمانی کمزوری دور ہوئی کہ نہیں۔ ہمارا دل سیاہ تھا روشن ہوا کہ نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو روزہ قبول ہوگیا اور ہمیں عید کی خوشیاں منانے کا حق ہے۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو یہ عید ہمارے لئے عید نہیں ہے۔ بلکہ وعید ہے۔ عید مبارک کا اہم پیغام ہمارے لئے یہ ہے کہ ایک ماہ کا جو تربیتی کورس ہم نے مکمل کیا اس کے اثرات سال کے باقی گیارہ مہینوں میں ظاہر ہونے چاہئیں۔

قرآن عظیم جو ہمارے لئے دستور العمل ہے۔ اسی ماہ میں ہم کو عطا کیا گیا ہے۔ جس نے ہم کو جہالت کی جگہ، علم و معرفت، تاریکی کی جگہ، روشنی بصیرت، وحشت کی جگہ تہذیب و اخلاق عطا کیا ہے۔ اس منعم احسان کے شکریہ میں ہمیں روزہ کا مکلف بنایا گیا۔ روزہ کی حفاظت اور اس کو مقبول بارگاہ بنانے کے لئے جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ان کا مقصد قرآنی اصولوں پر زندگی گذارنے کی عملی مشق کرانا ہے۔ رمضان کے روزوں کے ذریعہ ہماری زندگی گذارنے کی ٹریننگ دی جارہی ہے۔ اصل مقصد ٹریننگ یا تربیتی کورس نہیں ہے بلکہ اس کی روشنی میں زندگی گذارنا اصل مقصد ہے۔

اگر ہم نے تربیتی کورس کو خیر و خوبی انجام تک پہنچا دیا اور پورے مہینے مکمل طور سے مطیع و فرمانبردار ہونے کا عملی ثبوت بھی پیش کردیا۔ مگر عید کی خوشیوں کے ساتھ ہم نے ساری عبادت و ریاضت کو خیر باد کہہ دیا۔ پاکیزہ خیالات اور نیک تصورات ہمارے قلب سے رخصت ہوگئے۔ نوافل تو در کنار فرائض کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ غیبت، چغلی، بدزبانی، کذب بیانی، بے حیائی کی وہی کیفیت پیدا ہوگئی جو رمضان سے قبل تھی تو ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ہم روزہ کے مقصد کو پورا نہ کرسکے اور عید سعید ہمارے لئے مسرت کا پیغام نہ بن سکی۔ کیونکہ ہم اپنے اندر تقویٰ کی کیفیت پیدا نہ کرسکے۔ جس کے حاصل ہونے کے بعد دل گناہوں سے اجتناب کرنے لگتا ہے اور نیک باتوں کا مشتاق ہوجاتا ہے۔

روحانی تربیت کی جو سالانہ مشق کرائی گئی ہے اگر اس کے اثرات عید کے گذرتے ہی ختم ہوجائیں تو اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ کوئی ملازمت کا متلاشی ملازمت حاصل کرنے کے لئے دو تین ماہ کی ٹریننگ پر اکتفا کرلے اور اسے سروس کرنے کی نوبت آئے ہی نہیں۔ ظاہر سی بات ہے اس کی یہ ٹریننگ اور اس دوران کی ساری جد و جہد کو رائیگاں ہی تصور کیا جائے گا۔ اور محض ٹریننگ سے اس کو ملازموں کی فہرست میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ اسلام میں کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جس کا مقصد وقتی اور عارضی ہو۔ تمام عبادتوں میں مسلم کو دائمی روحانی تربیت کی مشق کرائی جاتی ہے۔

بہت سے افراد ایسے ہوتے ہیں جو سال بھر فضول اور لغویات میں اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ ان کی پوری زندگی غیر اسلامی مشاغل میں ڈوبی رہتی ہے۔ بلکہ فسق و فجور کے کاموں میں بے دریغ شرکت کرتے ہیں۔ سال بھر مسجد آنے کی توفیق نہیں ہوتی ہے مگر رمضان آتے ہی وہ ولی صفت بن جاتے ہیں۔ اور رمضان کے ساتھ ان کی ساری تبدیلی بھی رخصت ہوجاتی ہے۔

ایسے فصلی اور موسمی دینداروں کی شریعت کی نگاہ میں نہ کوئی وقعت ہے اور نہ خدا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے ــــــــ اپنی عید کو حقیقی زندگی گذارنے اور قرآنی اصولوں کو اپنی پوری زندگی میں رائج کرنے کے لئے جشن افتتاح بنائیے۔ نہ کہ اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کا جشن اختتام۔

یتیموں اور بیواؤں کو فراموش نہ کیجئے !!

عید کا لفظ ہی مسرت اور خوشی کے لئے محاورہ میں استعمال ہوتا ہے۔ امت کے تمام افراد نہایت تزک و احتشام سے اسے مناتے ہیں۔ تمام لوگوں کے دل مسرتوں سے لبریز ہوتے اور ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے۔ لیکن امت کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس کی خوشیوں سے کما حقہ لطف حاصل نہیں کر سکتا ہے نہ ان کے دلوں میں وہ مسرت و شادمانی ہوتی ہے اور نہ ان کے ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ ہوتی ہے۔ بلکہ ایسے مسرت کے موقع پر بھی ان کے چہروں پر غم کے آثار ہوتے ہیں۔ زندہ بہترین ملبوسات مہیا کرلیتے ہیں اور وہ خوش ذائقہ نفیس کھانوں کا اہتمام کرلیتے ہیں۔ اس طبقہ میں وہ کم سن بچے ہیں جو باپ کے سایۂ محبت سے محروم ہوگئے اور جو اب کسی سہارے کے متلاشی بن گئے ہیں۔ جن کی نظریں ایسے افراد کی تلاش میں رہتی ہیں جو ان کو شفیق باپ جیسا پیار دے سکے۔ اسی طرح جنس لطیف کے وہ افراد ہیں جن کو قدرت نے شوہروں کے سایہ سے محروم کر دیا ہے اور وہ اب بے مونس و غمخوار اور بے یار و مددگار ہیں۔ وہ غم و الم اور فکر و تردد میں ڈوبی رہتی ہیں۔

امت کے افراد کا فرض ہے کہ سماج کے اس مصیبت زدہ طبقہ کی بھرپور دیکھ بھال کریں۔ ان کی ہر مشکل کا حل مہیا کریں۔ ان یتیم بچوں کے سر پر دست شفقت رکھیں۔ ان کو اپنی آغوش محبت میں لیں۔ ان کو باپ کا پیار دیں۔ ہر طرح سے ان کی خدمت کر کے ان کے اس احساس کو ختم کریں کہ ان کا کوئی نہیں ہے۔ ان کے غموں کو خوشیوں میں تبدیل کر دیں۔ ان کی عید کو پر مسرت بنائیں۔ بیوہ عورتوں کا بھلا چاہیں۔ ان کی ستر پوشی کی حفاظت کریں۔ ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کریں۔ ان سے وہ ملال مختلف دور کریں جس کی ذمہ داری خدا نے ان کے شوہروں کے سپرد کی تھی۔

عربوں میں قتل و غارت گری کے سبب یتیموں اور بیواؤں کی کثرت تھی اور سنگدل عربوں کے دل میں ان کے لئے شفقت و محبت کا جذبہ بھی نہیں تھا۔ سابقہ مذہبی کتابوں میں بھی یتیموں اور بیواؤں کے رحم و شفقت ان کی امداد و پرورش کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔ عرب کا یتیم جب کا مرحلہ طے کرتا تب مظلوم یتیموں کی داد رسی ہوتی۔ آنحضرت جب تک مکہ میں رہے یتیموں سے متعلق اخلاقی ہدایتیں کرتے رہے۔ زندگی کی دشواریوں سے نجات پانے کا یہ طریقہ بتایا۔ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ (یا بھوک والے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو کھانا کھلانا۔) نیک اور صالح بندوں کی تعریف فرمائی۔ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما۔ اور اس محبت کے ساتھ کسی غریب یتیم کو کھانا کھلاتے ہیں۔

یتیموں اور مسکینوں کو صدقات و خیرات کا بہترین مصرف بتلایا۔ یتیم کی پرورش کرنے والے کو اپنے برابر جگہ دی۔ فرمایا میں اور کسی یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں (بخاری) ۔۔۔ جو شخص کسی یتیم کو اپنے گھر لائے اور اس کو کھلائے پلائے تو اللہ اس کو جنت دے گا۔ مگر [illegible] اس نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جو معاف نہ کیا جائے (ترمذی) مزید ارشاد فرمایا مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہو اور سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جا رہی ہو۔ (ابن ماجہ) ۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ یتیموں اور بیوہ ناتوانوں کے لئے ان کے دل نرم ہوگئے ان کی کفالت ہونے لگی۔ ہر صحابی کا گھر ایک یتیم خانہ بن گیا۔ ایک یتیم کے لئے شفقت و محبت کرنے کے لئے کئی کئی ہاتھ بڑھنے لگے اور ہر ایک اپنی آغوش محبت کو پیش کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ حال ہوا کہ وہ کسی یتیم بچہ کو ساتھ لئے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے ۔۔۔ آج ملک میں جو یتیم خانے ہیں اور دارالعلوم بیوہ کے لئے جو انجمنیں بنائی جا رہی ہیں یہ سب حضور ہی کی تعلیمات سے اخذ کئے گئے۔ آپ سے پہلے اس مظلوم طبقہ کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی اسکیم نہیں بنائی گئی۔ اس دعویٰ کے لئے پوری تاریخ انسانیت شاہد ہے۔ عرب ہی وہ سرزمین ہے جہاں سب سے پہلے یتیم خانہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور اس کے بعد تمام اسلامی حکومتوں کے سہارا ہوں۔ خلفاء نے قاضیوں پر یہ فرض قرار دیا کہ وہ یتیموں کی سرپرستی کریں۔ ان کے بڑے ہونے پر ان کی شادی بیاہ کی ذمہ داریاں تک انہیں کے سپرد کر دی گئیں۔ اور آج یورپ کے ملکوں میں اسی کی نقل کی جا رہی ہے۔ اسلام سے پہلے بیواؤں کی زندگی بڑی مصیبت پریشانیوں کی نذر ہو جایا کرتی تھی۔ وہ جس طرح چاہتا اس کے ساتھ معاملہ کر سکتا تھا۔ اسے اپنی زندگی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کا بالکل حق نہیں تھا۔ ہندو مذہب میں اب اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اپنے شوہر کی چتا سے لپٹ کر جان دے دے یا اگر زندہ رہنا ہے تو تمام آرائشوں اور دنیاوی لذتوں سے اپنے آپ کو محروم کرکے ساری عمر سوگ میں گذار دے۔

اسلام نے ان کے [illegible] کو ختم کیا۔ اتنی مدت [illegible] سوگ کی اجازت دی کہ اس کا طبعی غم فراموش ہو جائے۔ لازم قرار دیا گیا کہ اگر اس کا دین مہر اگر اب تک ادا نہ کیا گیا ہو تو شوہر کے ترکہ سے ادا کیا جائے۔ [illegible] کو اپنی دوسری شادی کے بارے میں پوری آزادی دی۔

اب امت مسلمہ کے افراد پر یہ ذمہ داری لازم ہو جاتی ہے کہ ان کی ضروریات کو مہیا کرنے کی سعی کریں۔ اور سماج کے اندر ان کو باعزت مقام عطا کریں۔ اپنی کوششوں اور مالی تعاون کے ذریعہ پھر کسی شریف شریک زندگی کی معیت میں رہنے کا شرف عطا کریں۔ [illegible] وہ جس مہر و عنایت سے محروم ہو گئی ہے دوبارہ حاصل ہو جائے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو صریحاً یہ حکم دیا ہے وانکحوا الایامی منکم اور اپنے میں سے بے شوہر والی عورتوں کا نکاح کرو۔

اس حکم پر آنحضرت نے پہلے آپ نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا اور جیسے [illegible] جب کہ ایک نوجوان کے تمام ولولے برانگیختہ ہوتے ہیں۔ [illegible] ادھیڑ عمر بیوہ سے شادی کی اور [illegible] سال خوشگوار عائلی زندگی بسر کی۔

بیواؤں کی امداد کو آپ نے ایسا ایک عمل قرار دیا کہ رات بھر شب بیداری کرکے اور [illegible] رکھ کر جو ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے اس مظلوم طبقے کے ساتھ حسن سلوک کرکے اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا:

الساعی علی الارملۃ والمسکین کالساعی فی سبیل اللہ و احسبہ قال کالقائم لا یفتر وکالصائم لا یفطر (بخاری و مسلم) ترجمہ: بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ کے راستے میں دوڑنے والا۔ راوی کہتے ہیں کہ گمان کرتا ہوں آپ نے یہ بھی فرمایا۔ اور جیسا وہ نمازی جو نماز سے نہیں تھکتا۔ اور وہ روزہ دار جو کبھی اپنا روزہ نہیں توڑتا۔

ان بیواؤں کی جو محنت و مشقت کر کے اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ میں اور محنت و مشقت کے سبب کالی پڑ جانے والی بیوی قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔ [illegible] جمال اور جاہ و عزت والی عورت جو شوہر کے مرنے کے بعد اپنے ننھے یتیم بچوں کی خدمت کے خاطر اپنے آپ کو روکے رکھے یہاں تک کہ وہ ان سے علیحدہ ہو جائیں یا مر جائیں (ابوداؤد) آپ نے واقعہ کی شکل میں فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھولوں گا۔ تو دیکھوں گا کہ ایک عورت مجھ سے بھی پہلے اندر جانا چاہتی ہے تو میں پوچھوں گا تو کون ہے۔ وہ کہے گی میں ایک بیوہ ہوں جس کے چند ننھے یتیم بچے تھے۔ (مسند ابو یعلی [illegible]) قابل رشک ہیں وہ لوگ جو بیواؤں کی خبرگیری کرتے ہیں ان کے دکھ درد کو ہلکا کرتے ہیں۔

• پرنٹر پبلشر
عبد العزیز انصاری
• چیف ایڈیٹر
جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں
• طباعت
عوامی پریس، [illegible] چوک، مالیگاؤں
• کتابت
اقبال لطیف ۔ مالیگاؤں
• زر سالانہ
ہندوستان [illegible] سے ۱۲ روپے
بیرون ممالک سے ۱۰ ڈالر
• فی پرچہ
۵۰ نئے پیسے
• خط و کتابت کا پتہ
منیجر صوت الحق
منصورہ ۔ مالیگاؤں ناسک

اس اخبار کا ادب و احترام ہر قاری پر لازم ہے۔ (ادارہ)

صدقۂ فطر

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ روزہ دار مجسم نیکی ہوتا ہے۔ اس کا جسم انسانی ہوتا ہے مگر روح فرشتوں کی زندگی گزار رہی ہے۔ تو وہ غیبت کرتا ہے نہ جہالت کے کام کرتا ہے مگر پھر بھی وہ معصوم نہیں ہے۔ اس سے غلطی اور لغزش ہو سکتی ہے۔ گناہ اور برائی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ زبان سے بیہودہ اور لغو باتیں نکل جاتی ہیں۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں روزہ ان عیوب اور نقصانات سے منزہ اور پاک نہیں رہے گا۔ اس لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے روزوں کو ان نقصانات سے پاک و صاف اور مقبول ہونے کے لئے ایک نہایت سہل صورت بتائی ہے۔ جس کو اصطلاح شریعت میں صدقۂ عید الفطر کہتے ہیں۔ اور جو دیگر فرائض کی طرح ایک فریضہ ہے۔

صوم شهر رمضان معلق بين السماء والارض ولا يرفع الا بزكوة الفطر (ترغیب ترہیب) رمضان کے روزے زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں۔ اور جب تک صدقۂ فطر ادا نہ کیا جائے مقبول نہیں ہوتے۔

عن ابن عباس قال فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث۔ الحدیث (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر فرض کیا ہے۔ روزہ دار کے روزے کو لغو اور فحش گوئی سے پاک و صاف رکھنے کے لئے

صدقۂ فطر کس پر فرض ہے

صدقۂ فطر کی فرضیت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب ہو بلکہ جس طرح ایک دولت مند پر فرض ہے۔ اسی طرح ایک غریب پر بھی فرض ہے۔ جس کے پاس عید کے دن اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خوراک سے زائد اس قدر موجود ہو کہ ہر ایک کی طرف سے ایک صاع غلہ دے سکے۔ بلکہ غربا کو دوسروں کے دیئے ہوئے صدقۂ فطر سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اما غنيكم فيزكيه الله واما فقيركم فيرد الله اكثر مما اعطى (احمد، ابوداؤد) صدقۂ فطر کے ذریعہ اللہ غنی کو پاک و صاف کرتا ہے اور غریب کو اس کے ساتھ جتنا اس نے دیا اس سے زیادہ واپس لوٹاتا ہے۔

معلوم ہوا صدقۂ فطر امیر غریب مستطیع سب پر فرض ہے۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر من رمضان صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين (صحیحین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، غلام، آزاد، مرد، عورت، بالغ، نابالغ مسلمان پر فرض کیا ہے۔ مگر بیوی بچوں غلاموں کا صدقۂ فطر مالک اور صاحب خانہ کو دینا ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بصدقة الفطر عن الصغير والكبير والحر والعبد ممن تمونون (دارقطنی) یعنی بالغ، نابالغ، غلام، آزاد کے نفقہ اور خرچ کا جو ذمہ دار ہو اس کو ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

اگر بیوی بچے مکان پر نہ ہوں، سفر میں ہوں تو ان کا صدقۂ فطر ادا کرنا ہوگا۔ ہاں اگر کسی نابالغ لڑکی سے نکاح کیا ہے۔ اور عدم بلوغ کے باعث رخصتی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے والدین کے یہاں ہے تو اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ کو ادا کرنا ہوگا۔ اور وہ عورت جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نافرمانی کر کے اپنے ماں باپ کے یہاں چلی گئی ہو تو اس کا صدقۂ فطر اس کے شوہر پر فرض نہیں ہے۔

صدقۂ فطر ان ہی لوگوں پر فرض نہیں ہے۔ جن پر روزے فرض ہیں۔ خواہ بالغ ہو یا نابالغ، مرد ہو یا عورت جیسا کہ صحیحین کی احادیث سے معلوم ہو چکا۔ آپ نے صدقۂ فطر کو طعمة للمساكين (مساکین کی خوراک) فرمایا۔ پس جس طرح روزہ دار کی فحش کلامی اور بیہودہ گوئی کے دور کرنے کی غرض سے فرض کیا گیا۔ اسی طرح مساکین کی خوراک ہونے کی حیثیت سے بھی فرض کیا گیا ہے۔ پس جو شخص عید کی صبح کو مسلمان ہو جائے۔ یا جو بچہ عید کی صبح کو پیدا ہو جائے اس پر صدقۂ فطر فرض ہے۔

صدقۂ فطر کب ادا کرنا چاہئے

صدقۂ فطر عید کی صبح کو عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا چاہئے۔ اگر عید کی نماز کے بعد ادا کیا گیا تو ادا نہیں ہوگا۔ اور صدقۂ فطر کا ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ مطلق صدقہ اور خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

فمن اداها قبل الصلوة فهي زكوة مقبولة ومن اداها بعد الصلوة فهي صدقة من الصدقات (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

جس نے صدقۂ فطر قبل نماز ادا کیا تو وہ صدقۂ فطر مقبول ہوگا۔ اور جس نے بعد نماز ادا کیا تو مطلق خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمر صحابی فرماتے ہیں۔ امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بزكوة الفطر قبل خروج الناس الى الصلوة (بخاری) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔

اگر کسی مقام میں بیت المال اور سرداری نظام ہو۔ اور یہ سردار زکوٰۃ و صدقہ خور سرداروں اور پیروں کی طرح نہ ہو بلکہ وہاں بیت المال اور سرداری کا نظام معاشرہ کی اصلاح کے ساتھ زکوٰۃ، عشر، صدقۂ فطر وغیرہ کو ان کے مصارف مقررہ میں دیانت داری کے ساتھ تقسیم کرنے کے لئے ہو تو عید سے ۲ دن پہلے صدقۂ فطر کو بیت المال میں بھیج دینا کہ وہاں جمع ہو کر مستحقین کو تقسیم کیا جائے۔ شرعاً جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری میں ہے۔ كان يعطيها الذين يقبلونها وكانوا يعطون قبل الفطر بيوم او يومين قال البخاري كانوا يعطون ليجمع لا للفقراء۔ موطا میں ابن عمرؓ کے متعلق ہے۔ كان يبعث زكوة الفطر الى الذى يجمع عنده قبل الفطر بيومين او ثلثة قال شيخنا في شرح الترمذي اثر ابن عمر انما يدل على جواز اعطاء صدقة الفطر قبل الفطر بيوم او يومين للقبض ولم يقم عليه دليل المستقل۔ مستحب یہ ہے کہ صدقۂ فطر عید کے دن فقراء و مساکین میں تقسیم کر دے تاکہ وہ اس دن سوال سے بے نیاز ہو جائیں۔ اور شرعی مصلحت پوری ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ كان يامرنا ان نخرجها قبل ان نصلى فاذا انصرف قسمه بينهم (سعید بن منصور)

صدقۂ فطر کس قدر اور کن چیزوں سے دینا چاہئے

صدقۂ فطر اس غلہ سے دینا چاہئے جو عام طور پر وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو۔ اگر عام طور پر چاول کھایا جاتا ہے تو چاول دینا چاہئے وقس علیٰ ہذا۔ اور بغیر فرق و امتیاز کے ہر جنس سے ایک صاع حجازی دینا چاہئے (وهو الاحوط عند شيخنا كما صرح به في شرح الترمذي)۔ لیکن وہ جنس گھٹیا نہیں ہونی چاہئے۔ صاع حجازی یعنی صاع نبوی کی تول۔ انگریزی سیر سے مختلف علاقوں کی مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے تعیین نہیں کی جا سکتی۔ پس جن لوگوں نے مطلقاً تین سیر یا چار سیر یا پونے تین سیر یا سوا دو سیر لکھا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ کھجور، جو، پنیر، منقیٰ سے ایک صاع فی کس صدقۂ فطر ادا کیا جائے۔ لیکن گیہوں میں اختلاف ہے کہ ایک صاع دینا چاہئے یا نصف صاع۔ گیہوں سے صدقۂ فطر دینے کے بارے میں کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے۔ كما صرح به الحافظ والشوكاني والزيلعي وغيرهم۔

ہاں اکثر صحابہ گیہوں سے نصف صاع دیئے جانے کے قائل تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ اور ابو سعید خدریؓ تمام اجناس سے ایک صاع دینے کے قائل تھے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں گیہوں تقریباً تھا ہی نہیں۔ اور جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور گیہوں مختلف مقامات سے آنے لگا۔ اصحاب کو ایسے مقامات میں گزر ہوا جہاں گیہوں ہوتا تھا لیکن اور اجناس کے مقابلے میں گراں تھا۔ تو صحابہ نے گیہوں کو گراں سمجھ کر نصف صاع۔ قیمت کا خیال کر کے کافی سمجھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ گیہوں سے نصف صاع کے قائل تھے۔ انہوں نے قیمت کا لحاظ کیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ اور ابو سعید خدریؓ نے قیمت کا لحاظ نہیں کیا۔ بلکہ صاع کی مقدار کا لحاظ کر کے بلا فرق و امتیاز ہر جنس سے ایک صاع ضروری سمجھا۔ قال مالك والشافعي واحمد واسحاق وهو الاحوط عند شيخنا۔ ہندوستان میں گیہوں کھجور سے سستا ہے۔ پس ہر شخص کو گیہوں سے بھی ایک صاع دینا چاہئے۔ ہاں اگر کسی کو ایک صاع دینے کی طاقت نہیں ہے تو نصف صاع دے دے۔

صدقۂ فطر میں کیا قیمت یعنی نقد پیسہ دینا جائز ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے صدقۂ فطر میں قیمت دینا ثابت نہیں ہے۔ اس لئے بغیر عذر کے قیمت نہیں دینا چاہئے۔ بلکہ عام طور پر کھائے جانے والے غلہ ہی سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہئے۔ البتہ اگر حسب ضرورت منڈی نرخ کے قریب کے عام نرخ کے مطابق غلہ میں قیمت نکالی جا سکتی ہے۔

(بقیہ صفحہ … پر دیکھئے)

اصلی عید یہ ہے۔

لیس العید لمن لبس الجدید
انما العید لمن خاف بالوعید

عید اس کی نہیں جو عمدہ لباس سے آراستہ ہوئے
عید تو اس کی ہے جو خدا کے ڈر سے ڈر گئے۔

لیس العید لمن تبخر بالعود
انما العید لمن تاب ولا یعود

عید اس کی نہیں جو خوشبوؤں میں معطر ہو گئے
عید تو اس کی ہے جنہوں نے گناہوں سے توبہ کیا۔
اور پھر اس گناہ کو دوبارہ کیا نہیں۔

لیس العید لمن نصب القدور
انما العید لمن سعد بالمقدور

عید اس کی نہیں جنہوں نے بڑی بڑی دیگیں چڑھائیں
عید تو اس کی ہے جو بقدر وسعت نیک بختی کی جد و جہد کی

لیس العید لمن تزین بزینة الدنیا
انما العید لمن تزود بزاد التقوی

عید اس کی نہیں ہے جو دنیا کی زینتوں سے آراستہ ہوئے۔ عید تو اس کی ہے جنہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا توشہ بنایا۔

لیس العید لمن رکب المطایا
انما العید لمن ترک الخطایا

عید اس کی نہیں جو عمدہ سواریوں پر سوار ہو کر نکلے
عید اس کی ہے جنہوں نے گناہوں کو ترک کر دیا۔

لیس العید لمن بسط البساط
انما العید لمن جاوز الصراط

عید اس کی نہیں جنہوں نے اعلیٰ درجے کے فرش سے اپنے مکان کو آراستہ کیا۔ عید تو ان کی جو دوزخ کے پل سے گزر گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی نے عید کے دن خشک روٹی کھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابو تراب! "آج عید ہے" آپ نے فرمایا "ہماری عید اس دن ہے جس دن کوئی گناہ نہ ہو۔"

وہب بن منبہ کو کسی نے عید کے دن روتے ہوئے دیکھ کر کہا یہ تو مسرت اور شادمانی کا دن ہے۔ حضرت وہب نے فرمایا۔ یہ خوشی کا دن اس شخص کے لئے ہے۔ جس کے روزے قبول ہو گئے ہوں۔

حضرت شبلی کو کسی نے عید کے دن پریشان دیکھ کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "لوگ عید میں مشغول ہو کر وعید کو بھول گئے ہیں!"

بقیہ: صدقۂ فطر میں کیا قیمت یعنی نقدہ

صاحب مدارق الاخیار کے قول واغا تجزی القیمة لعلہ کی شرح میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں اقول ھذا صحیح لان ظاھر الاحادیث الواردة لتعیین قدر الفطرة من الاطعمة ان اخراج ذالک ممّا امر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم متعیّن واذا عرض مانع من اخراج العین کانت القیمة مجزئة لان ذالک ھو الذی یمکن من علیہ الفطرة ولا یجب علیہ ما لا یدخل تحت امکانہ (السیل الجرار ج ۲ ص ۸۶ طبع قاہرہ)

عید الفطر

عید الفطر کی رات شرف اور بزرگی کی رات ہے اس بارے میں کئی صحابہ سے روایتیں آئی ہیں جن کو حافظ عبد العظیم منذری نے اپنی ترغیب میں ذکر کیا ہے۔ عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ منعقد نہیں ہوگی۔

عن ابی سعید الخدری نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر (صحیحین)

عن عائشة مرفوعا من نذر ان یعصیہ فلا یعصہ (بخاری) — عن عمران بن حصین مرفوعا لا وفاء لنذر فی معصیة

زوال شمس کے بعد عید کا چاند دیکھنے کی شہادت! اگر مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا اور کسی جگہ سے وقت پر شہادت نہیں آئی اور لوگوں نے رمضان میں روزہ رکھ لیا تو زوال سے پہلے اگر شہادت مل جائے تو روزہ افطار کر دینا چاہیئے اور اسی دن عید کی نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اور اگر آفتاب ڈھلنے کے بعد چاند دیکھنے کی شہادت پہنچے تو روزہ اسی وقت افطار کر دیا جائے۔ لیکن عید کی نماز دوسرے دن پڑھی جائے۔ ابو عمیر انصاری اپنے کئی صحابی چچاؤں سے روایت کرتے ہیں۔ ان رکبا جاؤا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشھدون انھم راوا الھلال بالامس فامرھم ان یفطروا واذا اصبحوا ان یغدوا الی مصلاھم (ابو داؤد۔ نسائی)

ایک قافلہ نے شہادت دی ہم نے کل چاند دیکھا تھا تو آپ نے روزہ افطار کرا دیا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی۔ ... شہادت دی کہ ہم نے چاند دیکھا تھا۔ آپ نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا اور فرمایا کہ کل صبح کو عید گاہ کی طرف چلو۔

گزشتہ سے پیوستہ

بقیہ: رمضان کے فضائل و مسائل

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں عورتیں عام مردوں ہی کی طرح مصلی میں جمع ہوتی تھیں۔ چنانچہ عہد نبوی کی عید کی بابت حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلعم کے ساتھ عید کی نماز میں شریک رہے ہیں؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا بے شک میں حاضر رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے عید کی نماز کے لئے تشریف لے چلے اور سب سے پہلے عید کی نماز پڑھائی پھر عید کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ نماز سے پہلے نہ اذان کے لئے نوٹ کا نہ اقامت کے لئے۔ یعنی بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی۔ پھر آپ عورتوں کے مجمع کے پاس تشریف لائے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا کہ عورتوں کے ہاتھ کانوں اور گلوں پر ہیں۔ جنہیں وہ نکال نکال کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف پھینک رہی ہیں۔ اس کے بعد حضور صلعم، حضرت بلال کے ساتھ مکان تشریف لے گئے۔ اس حدیث سے بھی عورتوں کے عید گاہ جانے، اس عظیم الاجتماع میں شریک ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

عید کی نماز کے لئے گھر سے نکلنے سے پہلے کھجور یا کوئی دوسری میٹھی چیز کھا لینا چاہیئے۔ آں حضرت صلعم طاق کھجوریں تین، پانچ یا سات عدد کھا کر عید کے لئے نکلا کرتے تھے۔ نماز عید کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ ہیں۔

عید کی رات میں عبادت کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ احادیث میں اس رات کو انعام کی رات کہا گیا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عیدین کی رات ذکر الٰہی اور عبادت میں جاگ کر گذارے گا۔ اللہ اس کا دل اس دن زندہ رکھے گا جس دن خوف و دہشت سے دوسروں کے دل مردہ ہو رہے ہوں گے۔ (یعنی قیامت کے دن) "ترغیب و ترہیب"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لیلۃ القدر میں جبرئیل فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ہر شخص کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں اور جب مسلمانوں کی عید کا دن ہوتا ہے تو رب العزت بھی اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کے ساتھ فرماتا ہے۔ میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا حق ہے جو اپنا کام پورا کر دے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں پروردگار! اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسے اس کے کام کی پوری پوری مزدوری دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے۔ میرے بندوں اور بندیوں نے میرے فریضہ (روزہ) کو پورا کر دیا۔ پھر آج وہ میدان میں آ کر جمع ہوئے ہیں اور وہ بآواز بلند مجھ سے دعا و فریاد کر رہے ہیں۔ میری عزت و جلال اور علو مرتبت کی قسم میں ضرور ان کی دعا کو قبول کروں گا۔ پھر ارشاد خداوندی ہوگا۔ اے میرے بندو! اپنے گھروں کو واپس جاؤ میں نے تمہارے گناہوں کو بخش دیا۔ پس تمام لوگ بخشے بخشائے اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں (مشکوٰۃ)

شوال کے چھ روزے!

عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے مسلسل رکھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد جس شخص نے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو صیام الدھر کا ثواب ملے گا۔ (مسلم، ابو داؤد)

بعض روایتوں میں اس کا ثواب ایک سال کامل روزے کے ثواب کے برابر ہے (ابن ماجہ)

طبرانی میں عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی پورے کر لئے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہو جائے گا۔ جیسا ابھی پیدائش کے وقت تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو روزے کا پابند اور اس کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

حدیث شریف

ایک دو کھجوروں یا روٹی کے چند لقموں کے لئے در در کی ٹھوکریں کھانے والا فقیر نہیں۔ فقیر وہ ہوتا ہے۔ جو کسی سے سوال نہ کرے۔ چاہو تم یہ آیت پڑھو۔ لا یسئلون الناس الحافا (بقرہ ۲۷۳)

عارضہ قلب اور بچے

کیرولین انڈریوس

ترجمہ و تلخیص
محمد یوسف انصاری
لیکچرار امور طبیہ کالج ـ منصورہ

> نظریہ بعض ماہرین امراض قلب کی شروعات بچپن ہی سے ہوتی ہے۔ ... ماہرین روکا جا سکتا ہے۔ ... بچوں ... ہونے والے کے لاکھوں مریضوں سے مشابہت رکھتا ہے۔ ایک چونکا دینے والی تحقیقی رپورٹ کا خلاصہ۔

ہمیں بتایا جاتا ہے کہ سگریٹ نوشی سے کینسر ہوتا ہے۔ لیکن کینسر اس سطح تک نہیں پہنچ سکا ہے جتنا امریکہ کا نمبر ایک قاتل "امراض قلب" پہنچ چکا ہے۔ ۲ کروڑ ساٹھ لاکھ سے زائد امریکی کسی نہ کسی قسم کے عارضہ قلب و شریان میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اگرچہ گذشتہ چند سالوں میں شرح اموات میں کمی واقع ہوئی ہے۔ لیکن ہر سال مرنے والے امریکیوں کا نصف حملہ قلب و دورہ قلب، احتقان قلبیہ، فشارالدم قوی (ہائی بلڈ پریشر) اور شریانوں کے امراض کا شکار ہوتے ہیں۔

عام طور پر ... مرض کا شکار بڑی عمر کے ... ہیں۔ لیکن موجودہ سائنسی دور کے بہت سے تجربات سے یہ ثبوت ملا ہے کہ حقیقی معنوں میں دل کے امراض بچپن ہی میں شروع ہو جاتے ہیں جو خاموشی سے نشوونما پاتے رہتے ہیں اور ہلاکت خاص طور پر بلوغت کی عمر تک پہنچتے پہنچتے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اکثر محققوں کا بیان ہے کہ اس خاموش قاتل کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے نہ صرف یہ کہ بالغ مریضوں کا مشاہدہ کیا جائے۔ بلکہ صحت مند بچوں پر بھی نگاہ رکھی جائے۔ بچوں کی نشوونما کو نگاہ میں رکھ کر سائنس دان ان میں موجود "مہلک عناصر" مثلاً سیرم لپڈز (چربیلے مادے)، فشارالدم قوی، فربہی اور سگریٹ نوشی کے اثرات کا پتہ لگا سکتے ہیں جو کہ نوجوانوں میں دورہ قلب کا باعث بنتا ہے۔ اس طریقہ علاج کا پہلا مرحلہ ... اور ... معائنہ ... کرتے ہیں۔ یہ معلوم کرنا ... ہے۔ نیو آرلینز کے لوزیانا ریاست کی یونیورسٹی کے شعبہ طب کے ڈاکٹر جیرالڈ ایس برنسن نے اس میدان میں کافی مطالعہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ "یہ انتہائی اہم بات ہے کہ یہ معلوم کریں کہ بچوں میں کس مرحلہ پر یہ مہلک عناصر معمول سے ہٹ کر اس سطح پر شروع کرتے ہیں، جن کی وجہ سے بلوغت میں ان کی صحت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔"

چنانچہ ان سوالات کو معلوم کرنے کے لئے انہوں نے چند ساتھیوں کی مدد سے دنیا کی سب سے بڑی مطالعہ امراض اطفال کی بنیاد ڈالی۔ اور قومی صحت کے ادارے کے تعاون سے تحقیقی مہم کا آغاز کیا۔ 1972 میں پانچ ہزار بچوں کے معائنے کا مہم شروع کیا گیا۔ ہر سال متعدد عمر کے بچوں کا معائنہ کیا گیا۔ بعد ازاں ان بالغوں کا معائنہ ہر تین یا چھ سال بعد کیا گیا۔ یہ معائنے شہر ... میں کئے گئے۔ جہاں امراض القلب کے اسباب کی کھوج لگانے کے لئے کثیر نمونوں کا استعمال بھی کیا گیا۔

ڈاکٹر برنسن کی تحقیق و معائنے کا پہلا مرحلہ ... ہوتا ہے۔ جس میں خون کا نمونہ ... لیا جاتا ہے اور اس میں سے لپڈز (چربیلا) مع پروٹین، ... وغیرہ جیسے عناصر کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ خون کا صحیح نمونہ حاصل کرنے کے لئے بچوں کو بارہ گھنٹے بھوکا رکھا جاتا ہے۔ نمونہ حاصل کرنے کے بعد انہیں کھانا دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان کا قد، وزن اور جلد کی موٹائی کو ناپا جاتا ہے۔

آخر میں یونیورسٹی کے شعبہ طب کا فزیشن جسمانی معائنہ کرتا ہے۔ اگر اسے کوئی نقص نظر آتا ہے تو وہ فوراً بچوں کے والدین کے ذریعہ خاندانی معالج سے فوراً رابطہ کر کے دوبارہ معائنہ کرتا ہے۔ اس مرحلے کے بعد خون کا دباؤ چیک کیا جاتا ہے۔

بچوں کی عادتوں جیسے سگریٹ نوشی، خوراک اور سیرت کا تجزیہ کرنے کے لئے ایک باقاعدہ ... دیا جاتا ہے کیونکہ ان تمام باتوں کا تعلق امراض القلب سے ہوتا ہے۔ معائنے کے دوران پوچھی جانے والی باتوں کو بالکل خفیہ رکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ماؤں کو بھی ... نہیں دیا جاتا۔

ادارے کے اسٹاف کا یہ کہنا ہے کہ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک بچے کے خون کے دباؤ کو جانچنے کے لئے صرف ایک بار معائنہ کرنا کافی نہیں ہوتا ہے چنانچہ کئی مرتبہ معائنہ کیا جاتا ہے۔ ہر بچے کا معائنہ تین مختلف اوقات پر مختلف نرسوں کی مدد سے کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے حاصل شدہ نتیجہ سو فیصد صحیح ہوتا ہے۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر یہ ادارہ اپنی دیانت و پیچیدہ امراض کی وجہ سے عالم سائنس میں بہت مشہور ہو گیا ہے۔ حیرت انگیز بات ہے کہ اس ادارے کے ماہرین نے چار ہزار سے زائد تجربات کئے۔ پچاس ہزار خون کے نمونے حاصل کئے اور پچیس ہزار بار خون کے دباؤ کی پیمائش کی۔ تحقیق قلب کا بیشتر حصہ نظریات پر مشتمل ہوتا ہے جو بچوں کی پوری شخصیت کو اجاگر کر دیتا ہے۔ اس کا ... ہے۔ کوئی سا کیمیکل وہ پیدا کرتا ہے۔ ... کی مدد سے بچوں کے ... کا صحیح معائنہ ہو جاتا ہے۔ جو امراض القلب کے مختلف وجوہات کا باعث بھی ہوتے ہیں۔

ادارے کے بیشتر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ماحول امراض قلب کا سبب ہو سکتے ہیں مثلاً نوجوانوں میں سگریٹ نوشی ایک "مہلک عنصر" ہے جو تقریباً ... اسکول کے لڑکوں کی عادت بن چکا ہے۔

ادارے کے ماہرین ... اپنی تحقیقات کا آغاز بچوں کی صحت کے ... حصے سے کرتے ہیں۔ ماہر نفسیات ڈاکٹر ... کے بقول اگر بچے شروع میں ہی ... پڑھنے کے قابل ہوں تو تحقیقات اسی وقت سے شروع ہو سکتی ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اکثر چھوٹے بچے بھی بالغوں کی پیروی کرتے ہوئے سگریٹ نوشی کی کوشش بطور فیشن کرتے ہیں۔

امراض قلب کا دوسرا سبب غذا ہے۔ ادارے کے اعداد و شمار کے حساب سے امریکی بچے ایسی نمکین و میٹھی غذائیں زیادہ کھاتے ہیں۔ جن میں بدن میں موجود کولیسٹرول کا ... حصہ موجود ہوتا ہے۔ ادارے میں ایک بندر پر تجربات کئے گئے۔ جسے نمک اور شکر زیادہ مقدار میں دی گئی تھی اور اس بندر کے خون کا دباؤ زیادہ پایا گیا۔ ماہرین نے یہ سراغ بھی لگایا۔ بچوں کے خون میں پائے جانے والے کولیسٹرول (چربیلے مادے) اور ... کی مقداروں میں ایک ربط پایا جاتا ہے۔ جو چربی کو ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

ایک بچے کا مکمل معائنہ کرنے کے بعد ماہرین اس میں ہونے والی تبدیلیوں کا پتہ لگا سکتے ہیں۔

ماہرین کو یہ سوال پریشان کر رہا تھا کہ کیا بچہ خون کا دباؤ، کولیسٹرول اور ... مقدار ... ایک سال بعد دوسرے سال برقرار رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ یہ تمام چیزیں برقرار رکھتا ہے تو وہ بچہ جس کے خون کا دباؤ تیزی سے بڑھتا ہے۔ سن بلوغت میں ذہنی تناؤ کا شکار ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر ... ان کی تحقیق کی ایک اہم دریافت یہ ہے کہ بچوں میں بھی بالغوں کی طرح ہی یہ تبدیلیاں پائی جاتی ہیں۔ ماہرین نے اس بات کا سراغ لگایا کہ جب کسی بچے میں یہ مہلک عناصر زیادہ ہو جاتے ہیں تو وہ "مہلک" ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اگر ایک بچہ خصوصاً بڑی عمر کا بچہ موٹا ہوتا ہے تو اس میں فشارالدم، کولیسٹرول کی زیادتی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن نوجوانوں میں ان تینوں (خون کا دباؤ، کولیسٹرول، عمر) عناصر کے ملاپ سے امراض قلب کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

اسکول جانے والے بچوں میں تقریباً یہ مہلک عناصر ابھر ... دیتے ہیں اور ان کی نشوونما کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں لانا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کی شروعات کب ہوتی ہے۔ اس بارے میں ماہرین کا اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے ہے کہ نوزائیدہ بچوں میں ایک سال کے اندر ہی یہ کولیسٹرول پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جن میں نوجوانی تک حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس میں ماحول یا وراثت کا کتنا حصہ ہوتا ہے۔ اور ان کی روک تھام کس طرح کی جائے یہ چند ایسے سوالات ہیں جو ابھی اس تحقیقی ادارے کے لئے ایک مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر برنسن کا کہنا ہے۔ "کم از کم ہم ... جگہ پر اس کی تلاش تو کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ بچپن ہی میں امراض قلب کی شروعات ہوتی ہے اور اسی عمر میں اسے روکا جا سکتا ہے۔"

حدیث شریف

ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب (ترجمہ) جسم انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ جب وہ ٹھیک حالت میں رہتا ہے تو سارا جسم صحیح حالت میں رہتا ہے۔ اور جب اس میں خرابی پیدا ہوتی ہے تو پورے جسم میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ سن لو وہ دل ہے۔

لمحۂ فکر

احمد انصاری "علیگ"
شعبۂ تعمیرات منصورہ

آج پوری مسلم قوم جس دور سے گزر رہی ہے۔ اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس قوم نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔ ہم نے جو روش اختیار کر رکھی ہے اور جن طور طریقوں کو ہم نے اپنا رکھا ہے۔ دراصل وہی ہماری بربادی کے اسباب ہیں۔ ہم اپنے مذہب سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ آپسی نفاق، بغض، کینہ پروری اور چغل خوری جیسی عادتیں ہماری رگوں میں سرایت کر گئی ہیں۔ جس کی وجہ سے آج ہم پوری دنیا کے اندر ذلت و حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ایک طرف ہم آپس ہی میں ایران و عراق کی جنگ میں مصروف ہیں تو دوسری طرف اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل پے در پے عرب ممالک پر حملوں کی بوچھار کر رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں کم از کم ہمیں جلوس اور کانفرنس کا موقع میسر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنے آپ کو اس قدر بے بس اور مجبور بنا لیا ہے کہ اس کے علاوہ ہم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ اگر ہم دوسری طاقتوں پر انحصار کرنے کے بجائے خود اپنے اندر وہ قوت پیدا کرتے کہ اپنے مسائل کو حل کر لیتے تو آج ہم کو یہ ذلت اور رسوائی نہیں اٹھانی پڑتی۔ ہمارے پاس وسائل کی کمی نہیں ہے۔ لیکن ہم تو آج صرف تقریر کرنا جانتے ہیں۔ مظالم کے خلاف جلوس نکالنا جانتے ہیں۔ کالی پٹی باندھ کر سڑکوں پر گھومنا جانتے ہیں۔ ہماری عملی زندگی اتنی پراگندہ ہو گئی ہے۔ ہم اس قدر لالچی اور خود غرض ہو گئے ہیں کہ کوئی آواز اٹھاتے ہی ہماری زبان بند کر دی جاتی ہے لیکن ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

اگر ہم تاریخ کے اوراق الٹیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے بزرگوں نے اس قوم کے لئے کیسی جانی اور مالی قربانیاں دی ہیں۔ اپنے وطن کے اندر جو مسلم یونیورسٹی ہے اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ اس ادارہ کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے سرسید نے کیا کچھ نہیں کیا۔ بھیک نہیں مانگی۔ جوتوں کا ہار نہیں پہنا۔ گالیاں نہیں کھائیں۔ لیکن انہوں نے کبھی اپنے مشن میں لوچ نہیں آنے دی اور صرف اپنی قوم کے لئے یہ سب برداشت کرتے رہے۔ کیونکہ ان کے اندر قوم کی خدمت کا ایک جذبہ تھا۔ انہوں نے جو خواب دیکھا پورا کر دکھایا۔ جو دنیا کے سامنے ایک نمونہ ہے

بھی وہ ادارہ ہے جو اپنی روایات اور انتظامی امور کے لئے پوری دنیا کے اندر سراہا گیا ہے۔ لیکن آج ہم نے اس کی سابقہ روایات کو مسخ کر کے ایسی روایتوں کو جنم دیا ہے۔ جن میں دھوکہ دھڑی، لوٹ کھسوٹ اور عیاشی سر فہرست ہے۔

مسلمانو! آج ہم چیخ چیخ کر پکار رہے ہیں کہ حکومت ہمارے مسائل پر کوئی توجہ نہیں دے رہی ہے۔ ہمیں مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار نہیں دیتی، نوکریوں میں ہمارے لئے سیٹیں نہیں محفوظ کرتی۔ اردو کو اس کا جائز حق نہیں دیتی۔ لیکن اگر ہم حکومت پر الزام تراشی کے بجائے صدق دل سے اپنے آپ کا جائزہ لیں تو ہمیں احساس ہوگا کہ ہمارے اندر اب وہ صلاحیت نہیں ہے کہ ہم خوبیاں حاصل کر سکیں۔ ہم خود اردو زبان کی حفاظت نہیں کر سکے۔ تو حکومت کیا کرے گی۔ ہم مسلم یونیورسٹی کے معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے تو ہمیں اقلیتی کردار کیسے ملے گا۔ مسلم یونیورسٹی کی بات تو درکنار اگر ہم اپنے دینی مدارس کا جائزہ لیں جہاں پر حکومت کوئی مداخلت نہیں کرتی تو دیکھیں گے کہ وہاں کی فضا ایسی گندی ہو چکی ہے کہ اپنے آپ پر شرم آتی ہے۔ کیا اساتذہ اور کیا طلباء سب گروپ بندی کا شکار ہیں جھگڑے ہوتے ہیں ہر شخص ایک دوسرے کو ذلیل و خوار کرنے کے درپے ہے۔ کہیں پر ہم عہدوں کی لڑائیاں رہتی ہیں تو کہیں پر حساب و کتاب کے معاملات میں الجھے ہوئے ہیں۔ غرض ہم اپنے آپسی اختلافات میں اس قدر منہمک ہیں کہ ہمارا اتفاق، بغض اور کینہ پروری کی آگ میں جل کر خاکستر ہو گیا ہے۔

لیجئے! غور کریں کہ ہمارے ان مسائل کا حل کیا ہے؟ اس کا حل صرف یہی ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی زندگی سے سبق حاصل کریں اور ان کے کارناموں کو مد نظر رکھ کر اپنی اصلاح کریں۔ ایک دوسرے سے اختلافات کو ختم کر کے بھائی چارگی کی فضا پیدا کریں اور دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کے بجائے پہلے اپنے آپ کا جائزہ لیں۔ جب تک ہم خود سے مطمئن نہیں ہوں گے اور اپنی زندگی کا جائزہ نہیں لیں گے کہ آیا ہمیں جو زندگی عطا کی گئی ہے وہ ہم نے کہاں پر صرف کی ہم نے اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کتنے اچھے کام کئے ہیں اور ہم کہاں تک اپنے مذہب کی پیروی میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس وقت تک ہم کسی سے کوئی گلہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی حکومت سے کسی قسم کی شکایت کے حقدار ہوں گے۔ اور سوائے چیخ و پکار کے ہمیں کچھ حاصل بھی نہ ہوگا۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم دنیا کے سامنے ایک ایسی طاقت بن کر ابھریں کہ ماضی کی لغزشیں اس میں پوشیدہ ہو کر رہ جائیں اور تاریخ کے اوراق میں کم از کم سنہرے حرفوں میں نہ پیش کر سکیں تو ملامت کے الفاظ سے بھی پُر نہ ہوں۔ ورنہ یاد رکھیں اگر اب بھی ہم نے اپنے آپ کو راہ راست پر نہ لگایا تو آنے والی نسل ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ ع "تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"

بقیہ: طہارت و پاکیزگی! اس کے برعکس ذہنی طور پر پراگندہ شخصیت کا حامل شخص اور جدید کی جدید اصطلاحی بیماریوں کا ہر وقت شکار رہتا ہے۔ کیونکہ دور جدید کی تکالیف دماغی بوجھ اور الجھن کے سوا کچھ نہیں دے پاتا۔ اور اولاد ہی کی وجہ سے نہ صرف ذہن کا سکون برباد ہو جاتا ہے بلکہ وہ جانی و مالی پریشانی کا نا قابل برداشت بوجھ اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ جو کہ ذلت آمیز موت کے سوا کچھ نہیں ... کے بعد ہی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی بات صحیح ہے کہ اسلام طب و سائنس کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اسلام میں پاکیزگی و صفائی کو ایمان قرار دیا گیا ہے اور طب میں بھی صفائی کو بیماریوں کا سد باب مانا ہے۔ اسلام خالص سائنٹفک مذہب ہے اور یہ کہنا مناسب ہے کہ اس نے ایسے وقت میں سائنس کے اس قدر پختہ اصول پیش کئے۔ جبکہ انسانیت لفظ سائنس سے بالکل ہی نا بلد تھی۔ طب و سائنس کے تمام اصولوں پر پورا اترنے والا دوسرا کوئی مذہب دنیا میں موجود نہیں اور پھر اسلام تو کلیات و ارضیات پر حاوی ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک مکمل مذہب ہے۔

مختصر یہ کہنا ہے کہ اسلام اور سائنس ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں اور وہ وقت بہت جلد آئے گا جب سائنس اور اسلام ایک ہی چیز ہو جائیں گے کیونکہ سائنس اپنے

عید کیا ہے؟

سہیل عقیل

عید کیا ہے؟ درحقیقت یہ ہے اسرار حیات
یہ ہے فردوس محبت یہ ہے حسن کائنات
ایک دلکش رسم دنیا ایک ساعت دل نشیں!
ان گنت رنگینیوں میں مسکراتی مہ جبیں!
داستان الف لیلہ سے کئی درجہ حسیں
وقت کی آغوش میں انگڑائی لیتی نازنیں
عید مجموعہ ہے ان نکھرے ہوئے حالات کا
عید اک انداز ہے مہکے ہوئے جذبات کا
عید آرائش کی جنت۔ عید رنگ و بو کا گھر
عید جلووں کی نمائش گاہ۔ پریوں کی نظر
عید ارمانوں کا مخزن۔ عید خواہش کی ڈگر
عید رنگ و نور کی رعنائیوں کا اک نگر
عید کے دن جب گلے ملتے ہیں مسکاتے ہوئے
سارے شکوے ختم ہو جاتے ہیں شرماتے ہوئے
عید دور آفرینش کا سنہرا خواب ہے
عید انعامات کا اک مزرعہ شاداب ہے
عید نقش آذری کا اک حسیں محراب ہے
داستان زندگی کا عید دلکش باب ہے
عید! رہتا ہے فرشتوں کو بھی جس کا انتظار
رقص کرتی ہے زمیں پر رحمت پروردگار
اہل عالم کی نظر میں عید اک تہوار ہے
اک سراپا پیار ہے۔ یہ پیکر انوار ہے
کوئی کہہ دے اس حقیقت سے کسے انکار ہے
عید روزہ دار کی عظمت کا اک شہکار ہے
عید کو معراج پاتا ہے جنوں کا جمال
اور بھی رنگیں ہوتا ہے وفا کا کمال

طہارت و پاکیزگی

اسلام و سائنس کی نظر میں

جمیلہ عثمان غنی ـــ متعلم محمدیہ طبیہ کالج

ایک اچھے خیال اور اچھے اوصاف کا حامل سلیم الطبع آدمی جو کبھی برے خیالات کو دل میں جگہ نہیں دیتا۔ جب فطرت کے تقاضوں کے مطابق حاجت سے فارغ ہو جاتا ہے۔ تو اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ اپنے کپڑوں، جسم اور جان کو صاف کرے، پاکی حاصل کرنے کے اسی خیال اور عمل کو اسلامی اصطلاح میں طہارت کہا جاتا ہے۔

اسلام میں طہارت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ نماز، تلاوت قرآن، طواف کعبہ اور دیگر عبادات کے لئے نہ صرف یہ کہ لازمی شرط ہے۔ بلکہ طہارت خود مطلوب ہے۔ مومن کے لئے طہارت بہت ضروری ہے۔ آنحضرت نے طہارت کو ایمان کا اہم جزو قرار دیا ہے کہ الطہارت شطر الایمان۔ یعنی طہارت و پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔ رب کریم نے بھی قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین
(البقرہ ۔ ۲۲۲)

ترجمہ: اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والے بندوں کو محبوب رکھتا ہے۔

انسان خود ہی اپنی فطرت کے اعتبار سے پاکی و صفائی کو پسند کرتا ہے۔ ناپاکی کی وجہ سے وہ ذہنی طبیعت میں بے چینی و گرانی کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ جب کہ پاکی حاصل کر لینے سے یہ ساری کیفیتیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ اور انسان خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔ پاک و صاف رہنے سے دل کو بشاشت و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ روحانی قوت تیز ہوتی ہے اور عبادت خشوع و خضوع کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔

پاک و صاف رہنے کے لئے وضو کیا جاتا ہے۔ وضو کے لئے صاف پانی استعمال کرنا چاہیے۔ کیونکہ خراب پانی کے استعمال سے بھی روحانی قوت اور دل کی بشاشت پر کافی اثر ہوتا ہے۔ خراب پانی سے وضو کرنا طبی نقطہ نظر سے بھی غلط ہے۔ وضو کرتے وقت پانی پہلے ہاتھ، منہ اور ناک میں لیا جاتا ہے۔ کیونکہ پانی کے تین وصف ہیں: رنگ، ذائقہ، خوشبو یا بدبو۔ وضو کرتے وقت پانی کو پہلے ہاتھ پر لے کر دیکھا جاتا ہے کہ اس کا رنگ کیسا ہے۔ اگر رنگ اچھا ہے تو منہ میں لے کر اس کا ذائقہ معلوم کیا جاتا ہے اگر ذائقہ ٹھیک ہو تو اس پانی کو ناک میں لے کر دیکھا جاتا ہے کہ پانی بدبودار ہے یا نہیں۔ کیونکہ بدبودار پانی گندہ ہوتا ہے۔ جو وضو کے لئے غیر مناسب ہے۔ اس بات کا سائنسی جواز یہ ہے کہ بہتا ہوا پانی صاف ہوتا ہے۔ جب کہ جما ہوا پانی گندا ہوتا ہے۔ اس پانی میں بہت چھوٹے چھوٹے آبی پودے، جانور، کیڑے مکوڑے اور جراثیم ہوتے ہیں۔ اب اگر اس پانی سے وضو کر لیا جائے تو پانی میں موجود جراثیم کسی نہ کسی طرح سے جسم میں داخل ہو جائیں گے اور نقصان پہنچائیں گے۔ اسلئے گندے پانی سے وضو یا غسل کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

وضو کے بے شمار طبی فائدے ہیں۔ سب سے پہلا اور بنیادی فائدہ تو یہ کہ دن میں پانچ بار ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک اور کان و دیگر اعضاء گرد و غبار سے پاک ہو جاتے ہیں۔ منہ کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔ آنکھ، ناک، کان اور حلق کی چھوٹی چھوٹی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے جانداروں کی طرح Cercadian rythm ہمارے جسم میں بھی پایا جاتا ہے یعنی ہر چوبیس گھنٹے میں ایک مرتبہ ہمارے جسم کے کیمیا میں ایک تغیر پیدا ہوتا ہے جسمانی حرکت میں [illegible] علاوہ دیگر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ کچھ مخصوص وقتوں پر ہمارے جسم میں مخصوص قسم کی لہریں دوڑتی ہیں چنانچہ جب پنج وقتہ وضو کا پانی ہمارے اعضاء سے مس ہوتا ہے تو یہ لہریں آناً فاناً ایک قسم کی فرحت و تازگی پیدا کر دیتی ہے۔ طلوع آفتاب و غروب آفتاب کے وقت موسم اور کیمیائی عملیات میں بے ربطگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ماہرین فوٹو [illegible] کا کہنا ہے کہ اس بے ربطگی کی وجہ سے جسم میں ۱۵ [illegible] Light Stress [illegible] واقع ہوتے ہیں۔ [illegible] کی وجہ سے Enzymatic dispersion جسم کے اندر بایو کیمیکل انتشار پیدا ہوتا ہے۔ جو کہ [illegible] متعدد بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ ہم غور کریں تو ایک قابل ذکر بات یہ نظر آتی ہے کہ فجر، ظہر اور عصر کے وقت ہمارے جسم میں بایو کیمیکل انتشار کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ لیکن جب ہمارے جسم کو وضو کے پانی کا لمس ملتا ہے تو بایو کیمیکل انتشار وجود نہیں پاتا اور اس طرح ہمارا جسم آنے والی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

آکو پنکچر طریقہ علاج پوری دنیا میں رائج ہو چکا ہے۔ اس فن میں آکو پنکچر قابل ذکر ہے جس میں مریض کو دوائیں نہیں دی جاتی۔ بلکہ اس کے جسم میں سوئیاں چبھو کر علاج کیا جاتا ہے یہ طریقہ علاج اتنا کامیاب اور معروف ہو چکا ہے کہ ہندوستان کے کئی بڑے شہروں میں اسی ڈھنگ پر علاج کیا جاتا ہے۔ طویل تحقیقات سے ماہرین آکو پنکچر نے یہ پتہ لگایا ہے کہ جسم کے اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے اور پھیپھڑوں وغیرہ کا براہ راست تعلق بیرونی اعضاء سے ہوتا ہے۔ اگر اندرونی اعضاء میں خلل ہو جائے تو لازمی طور پر بیرونی اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں یہ سمجھا جاتا ہے کہ کان معنوی گردوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کیونکہ کان کی شکل و صورت اور تعداد گردے کے بالکل مشابہ ہوتی ہے چونکہ جب گردوں میں کوئی نقص ہوتا ہے تو کان بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ کان کی لو میں پھنسی یا پھوڑا نکل سکتا ہے۔ اسی طرح پیر کے تلوے پورے جسم انسانی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انگوٹھے سے منسلک حصہ اگر پھیپھڑے کی نمائندگی کرتا ہے تو اس کے بیچ کا ابھار حصہ معدے سے وابستہ ہوتا ہے۔ جب کسی اندرونی عضو میں کوئی نقص ہوتا ہے تو اس کی نمائندگی کرنے والے بیرونی عضو پر مالش کر کے یا سوئیاں چبھو کر اس کا کامیاب علاج کیا جاتا ہے

ماہرین کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وضو کرتے وقت آدمی عام طور سے ان ہی اعضا پر کثرت سے ہاتھ پھیرتا ہے جن کا براہ راست تعلق اندرونی اعضائے رئیسہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً آدمی وضو کرتے وقت کان کا مسح کرتا ہے یہ عمل دن میں وہ کئی بار دہراتا ہے۔ اسی طرح وہ پیر دھونے پر خصوصی توجہ دیتا ہے اور پیر اور تلوؤں پر کئی بار ہاتھ پھیرتا ہے۔ بظاہر یہ باتیں معمولی نظر آتی ہیں۔ لیکن بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہی معمولی باتیں وضو کرنے والے کو آئندہ پیش آنے والی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ گویا وضو بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔

یہ تو جسمانی پاکیزگی سے متعلق باتیں ہوئیں۔ وضو سے انسان کو روحانی پاکیزگی بھی حاصل ہوتی ہے جسمانی پاکیزگی روحانی پاکیزگی کی علامت ہے۔ حدیث ہے۔ اذا توضأ المومن خرجت خطایاہ من جسدہ۔ یعنی جب مومن وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی جب وضو کرتا ہے تو گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ پانی کے ہر قطرے کے بدلے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں جب بندہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے تو خود کو نہایت پاکیزہ اور شگفتہ محسوس کرتا ہے۔ پاکیزگی کا ایک احساس ہی اسے روحانی سکون دینے کے لئے کافی ہوتا ہے اس کا دل مسرور ہو جاتا ہے۔

پاکیزگی اور عبادت کے نفسیاتی فائدے بھی بہت ہیں۔ نفسیات کا علم یعنی سائیکلوجی آج کل بہت ترقی کر چکا ہے۔ تمام ماہرین نفسیات اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ روح دراصل شعور ہی کا نام ہے۔ آدمی جب ایسے ماحول میں رہتا ہے یا ایسے کام دھندے میں پھنسا ہوتا ہے جس میں کام کرنے سے اس کا شعور کھنچا کھنچا رہنے لگتا ہے تو اس کے شعور پر بھی ایک ناقابل برداشت بوجھ پڑتا ہے اور اس کا عکس پوری شخصیت سے جھلکتا ہے۔ ماہرین نفسیات نے یہ کھوج لگایا ہے کہ وہ لوگ جو ہر ماحول میں خود کو اچھی طرح ڈھال لیں وہی نارمل شخصیت کے حامل ہوتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر وہ خود کو موجودہ ماحول میں ضم نہیں کر سکتے تو ان کی شخصیت میں ایک abnormality آ جاتی ہے یعنی وہ ضدی، چڑچڑا اور جھکی ہو جاتا ہے تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ شخصیت میں نامناسبت اکثر نقص اس وجہ سے آتی ہے کہ آدمی ان چیزوں پر اپنا اعتقاد و بھروسہ مرکوز کر دیتا ہے۔ جن سے اسے بعد میں پشیمانی ہوتی ہے۔ دنیاوی چیزوں کو Supreme mind یا خدائے تعالیٰ کے وجود کے سامنے زیادہ فوقیت و اہمیت دینا شروع کر دیتا ہے جسے اس کا لاشعور قبول نہیں کرتا۔ جس کی وجہ سے اس کی شخصیت میں مذکورہ بالا خصوصیات ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جبکہ ایک دین دار شخص خدا کو اپنی مشکلات و مسائل کا منبع اور مشکل کشا جانتا ہے۔ جو اس کے لاشعور کی آواز ہوتی ہے ظاہر ہے اس صورت میں اس کی روح پر یا اس کے شعور پر کسی طرح کا کوئی ناقابل قبول بوجھ نہیں پڑتا۔ اس کی وجہ سے وہ نارمل صحت مند شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ [illegible] انسانی بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔

(بقیہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ کیجئے)

عید تاریخ کے آئینہ میں

نسیم اختر انصاری، مالیگاؤں

بابل میں موسم و مذہب کے مطابقت سے کئی تہوار منائے جاتے تھے۔ جس میں نوروز سب سے بڑا قومی تہوار تھا۔ جو مسلسل کئی روز تک منایا جاتا تھا۔ قربانی ادا کی جاتی اور وحشیانہ رقص سرود کا جشن رات بھر جاری رہتا۔ — صرف بابل ہی نہیں بلکہ مصر و یونان کا بھی یہی حال تھا۔ مصر میں عین الشمس ابوسیر کے عظیم اہرام کارنک، سولیپ وغیرہ مقامات کی مسلسل کھدائی سے جو کتبے ملے ہیں ان سے اس زمانے کے تہواروں پر روشنی پڑتی ہے۔

شہنشاہوں کی پیدائش، شادی، موت وغیرہ بھی تہواروں کے طور پر منائی جاتی تھی۔ موسمی تہوار بڑی دھوم دھام سے منائے جاتے تھے۔ مصر کے سب سے بڑے دیوتا کا یوم پیدائش قومی اور مذہبی تہوار تھا۔ جس میں شاہی خاندان بھی بڑھ چڑھ کے حصہ لیتا تھا۔ یونان میں بڑے بڑے دیوی دیوتاؤں کے پیدائشی دن اجتماعی طور پر منائے جاتے تھے۔ تہواروں کی آمد سے پہلے دیمتس، کیوپڈ، سائکی اور اپالو کی زندگی پر ڈرامے کھیلے جاتے تھے۔

توریت پہلی کتاب ہے۔ جس نے خالص مذہبی تہواروں پر کچھ روشنی ڈالی ہے۔ تمام پیشتر قوموں کی طرح یہودی بھی سال میں کئی تہوار مناتے تھے۔ ان میں سے ایک تہوار تو ہفتہ وار تھا۔ ہفتہ میں ایک دن کام کرنے کی ممانعت۔ وہ انسان کی روحانی و جسمانی صفائی کا دن کے نام سے مشہور تھا۔

چاند کی پہلی تاریخ بھی تہوار کا درجہ رکھتی تھی۔ جہاں تک یہودیوں کے سالانہ مذہبی تہواروں کا تعلق ہے۔ انہیں آسانی کے ساتھ دو حصوں میں رکھا جا سکتا ہے۔ ایک جلاوطنی سے پہلے اور دوسرا جلاوطنی کے بعد۔

مسلمانوں کی طرح یہودی بھی روزہ رکھتے تھے اور تین عید بڑے طمطراق سے مناتے تھے۔ ایک کا نام عید فسح تھا۔ اس روز قربانی بھی دی جاتی تھی۔ مختصر یہ کہ یہودیوں کی طرح مسیحیت اور اسلام نے بھی اجتماعی مذہبی تہوار بحال رکھے لیکن تمام پیشتر و مذاہب کے برعکس خواہ وہ مذہب پرست تھے یا بت پرست اسلام نے اپنی انفرادیت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

مسلمان سال میں صرف دو عید مناتے ہیں۔ ان میں سے ایک عید الاضحیٰ ہے۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی سنت کو تازہ رکھنے کے لئے منائی جاتی ہے خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ایام میں اپنے ہاتھ سے قربانی کرتے تھے۔ تمام حجاج وادی منیٰ میں قربانی دیتے ہیں۔ اسی لئے یہ روایت ملحوظ رکھتے ہوئے اس کو عید الاضحیٰ "عید قربان" کہا جاتا ہے۔ دوسری عید کا نام عید الفطر ہے جس کو افطار یا دوسری روایت کے مطابق فطرہ کی رعایت سے عید الفطر اور عید الاصغر کہا گیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ خوشی کے اجتماعی اظہار میں بھی دینی فطرت نے انسان کے روحانی تقاضے نظر انداز نہیں کئے۔ ماہرین نفسیات کا متفقہ فیصلہ ہے کہ خوشی ایک داخلی واردات ہے۔ یہ ایک لطیف احساس ہے۔ جس کا سرچشمہ [illegible] لطیف احساس [illegible] اطمینان [illegible] ایثار اور قربانی کے [illegible] نصیب ہوتا ہے۔

روزہ محض فاقہ کا نام نہیں بلکہ تزکیہ نفس کا [illegible] ذریعہ ہے۔ جو ایک آدمی کو [illegible] انسانیت کے بلند درجہ پر لے جاتا ہے۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے [illegible] کہ تمام [illegible] جنگیں [illegible] ماہ رمضان [illegible]

جنگ سے بصیرت و ادراک کی کرنیں اندر آتی گیا۔ جدید تجربوں سے ثابت ہوتا ہے کہ طویل وقفوں کے بعد تھوڑا سا کھانا کھانے سے دل و دماغ کی قوتیں عروج پر پہنچ جاتی ہیں۔

عید کی مسرت ان کے دل سے معلوم کیجیے جو تیس روزوں کے امتحان میں کامیاب ہوئے — ان میں ہر شخص نے بھوک اور پیاس کا ذاتی طور پر تجربہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ صبح سویرے کامیابی پر سجدہ شکر ادا کرنے سے پہلے اس کی نظر غریبوں اور محتاجوں پر پڑتی ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز عید سے پہلے فطرہ ادا کیا کرتے تھے۔ بنی نوع انسان کی تاریخ میں صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جو غرباء [illegible] روز کی [illegible] جائے عید کی نماز سے عید کے دن کا آغاز کرتی ہے نماز سے پہلے فطرہ کی رقم سے اپنے نادار بھائیوں کی امداد کرتی ہے۔ اور ناٹک ڈرامہ کھیلنے کے بجائے ایک دوسرے کے گلے مل کر مسرت کا اظہار کرتی ہے۔ جس میں عزیز و اقارب بھی شامل ہوں۔ غربت

[illegible] عجیب کیفیت [illegible] خداوندی کی سب سے بڑی شان ہے [illegible] دنیا میں انسان کے سوا دوسری کوئی چیز موجود نہیں جو انسان کو سچی خوشی کے مفہوم سے آشنا کر سکے۔

قارئین صوت الحق کو عید مبارک

ضرورت ہے

① ایک منشی کی جو مراسلات کا کام انجام دے سکے۔ اور خطوط کو خوشخط لکھ سکے۔ مستند عالم دین۔ ہندی انگریزی سے واقفیت رکھنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

② کتب خانہ کے لئے ایک خوش نویس عالم کی ضرورت ہے۔ جو کتابوں کا رجسٹر ڈ فن وار اندراج کر سکے۔ اساتذہ اور طلباء کو کتابیں جاری کریں اور ان سے لیں۔

③ ایک باورچی جو مدرسین اور طلبہ کا کھانا سلیقے سے پکا سکے۔ علاوہ قیام و طعام روپیہ تنخواہ دی جائے گی۔

مندرجہ بالا اسامیوں کے خواہشمند درج ذیل پتہ پر مراسلت کریں۔

عبد الرؤف رحمانی
ناظم سراج العلوم۔ جھنڈا نگر
کیر آف پوسٹ۔ بڑھنی بازار۔ ضلع بستی یوپی

حدیث

ہے کوئی ایسا جو اللہ کو اچھے طریقے سے قرض دے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے مال کو کئی گنا بڑھائے اور اللہ روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی کشادہ کرتا ہے۔ اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ القرآن

عید

چمکا جبین عرب پہ جس دم ہلال عید
غلمان و حور ذوق تماشا لئے بڑھے
پھر گرد جبرئیل اٹھے ہوئے ملک
پیر فلک نے گوہر انجم کئے نثار!
قلب زمین میں کروٹیں لینے لگی امید
ہر موج نور نگر میں شاداں خدا انبساط
ذوق سرور کیف نغمہ سرائی کائنات
فخر علی و عرض لئی شوکت عمر

کل کائنات ہو گئی مسرور و شادماں
نظروں میں جگمگا گئیں تمنا کی بجلیاں
پھر آرزوئے دید دلوں میں ہوئی جواں
چھائیں فضائے دہر پہ عشرت نوازیاں
ہو گئی خلوص عشق کی اب پھر فراوانیاں
ہر ذرہ چمن میں ہے بہار آفرینیاں
رنگینی نشاط میں ڈوبا ہوا جہاں
سوز و دروں کا نہیں شاید کہ نشان

ناپید ہو گیا ہے وجود خلوص عشق
اختر تلاش کر اے کاش! وجود خلوص عشق